Journal of Religion & Society **(JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
*Print ISSN: 3006-1296*Online ISSN: *3006-130X*
Platform & Workflow by: Open Journal Systems
https://doi.org/10.5281/zenodo.17265060

Leadership and Its Prominent Characteristics: An Analytical Study in the Light of Surah Yusuf

قائدانہ شخصیت اور اس کے نمایاں اوصاف: سورہ یوسف کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ

Muhammad Asad
National University of Modern languages, Islamabad
asadraj5556@gmail.com
Nazir Ahmed
MS Research Scholar, Department of Islamic Studies, Bahria University Karachi Campus
soomronazir3@gmail.com
Dr. Nasurullah Qureshi
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Bahria University Karachi Campus
nasurullahqureshi.bukc@bahria.edu.pk nasrullah.qureshi@gmail.com

Abstract
Leadership plays a vital role in shaping societies, guiding communities, and navigating through times of crisis. Effective leadership is not only about authority but about character, vision, and the ability to inspire and manage change. This research explores the concept of leadership personality and its prominent characterstics of leaders through the lens of the Qur'anic narrative of Prophet Yusuf (peace be upon him) as described in Surah Yusuf. The study aims to highlight the essential qualities of a successful and effective leader based on the divine guidance provided in the Qur'an. Through qualitative analysis, the paper identifies key leadership qualities such as moral integrity, patience, wisdom, emotional intelligence, strategic planning, forgiveness, and administrative competence — all exemplified by Prophet Yusuf in various phases of his life, from hardship to authority. As the life of Prophet Yusuf (peace be upon him) offers forever and long lasting guidance for achieving success through integrity, patience, and strategic thinking. His journey teaches that true leadership stems from faith, resilience, and service to others. In today's complex world, his example provides a powerful model for ethical and visionary leadership.

Keywords: *Islamic Leadership, Prophet Yusuf (Joseph), Qur'anic Guidance, Moral Integrity, Administrative Wisdom*

1. تعارف

قرآن مجید اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ وہ آخری کتاب ہے جس نے عقائد، عبادات اور معاملات کے حوالے سے انسانوں کی کامل راہنمائی کی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید نے جنگ، امن، معیشت اور سیاست کے حوالے سے بھی انسانوں کو ان امور سے روشناس کروایا ، جو ان کے لیے دنیا اور آخرت کی کامیابی کا باعث بن سکتے ہیں۔ قرآن مجید کے مطالعے سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ ایک مثالی حکمران میں کس قسم کے اوصاف ہونے چاہئیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت طالوت

[1] کے انتخاب کے حوالے سے قرآن مجید کا یہ واقعہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ حکمران کو صاحب علم اور صاحب طاقت ہونا چاہیے گو اس کے پاس مال کی فراوانی نہ بھی ہو۔[2]

خلفائے راشدینؓ بھی تاریخ کے مثالی حکمران ثابت ہوئے۔ ان کے پاس بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے علم اور طاقت کی دولت موجود تھی۔ علم کے ذریعے وہ معاملات کو صحیح طور پر سمجھتے اور طاقت کے ذریعے معاملات کا حل کرتے اور قانون کو احسن طریقے سے نافذ کرتے۔[3]

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان انبیاء کی طرز حکمرانی کے متعلق بھی واقعات کو نقل کیا ہے جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نبوت کے ساتھ ساتھ حکومت سے بھی نوازا گیا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حوالے سے اس بات کا ذکر کیا کہ جب وہ مصر کے حکومتی نظام میں اعلیٰ درجہ کے عہدہ دار تھے۔ آپ کی تدبیر کی وجہ سے عوام وخواص کو کافی فائدہ حاصل ہوتا رہا۔[4] آپ کا تذکرہ سورہ یوسف میں بالتفصیل وارد ہوا ہے۔ آپ ایک مثالی راہنما تھے، جنہوں نے غیر معمولی خصوصیات اور صفات کا مظاہرہ کیا ، جو سیاسی قیادت کے لیے انتہائی متعلقہ ہیں۔ یہ سورہ مبارکہ ان خصوصیات اور خصائل کے بارے میں بہترین اسباق فراہم کرتی ہے جو موثر اور صالح سیاسی قیادت کے لیے ضروری ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس واقعہ کے ذریعے، وہ اسباق اور اصول حاصل کر سکتے ہیں جو سیاسی راہنماؤں کو ان کے سیاسی سفر، فیصلہ سازی، حکمرانی اور ان کے لوگوں کے مابین بات چیت میں راہنمائی کر سکیں۔ یہ تحقیق ایسے خصائص وواقعات سے مستنبط کرنے کی ایک کاوش ہے۔ اس سلسلے میں درج ذیل امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے موضوع بحث کو پیش کیا گیا ہے۔

1۔ سورہ یوسف کا تعارف

2۔ زمانہ اور سببِ نزول

3۔ سورہ یوسف سے ماخوذ سیاسی راہنما کے اوصاف

2۔ سورہ یوسف کا تعارف

یہ سورہ مبارکہ مکہ میں نازل ہوئی، قرآنی سورتوں کی ترتیب کے مطابق یہ سورہ مبارکہ 12 سورت ہے، اور یہ 111 آیات پر مشتمل ہے۔ کچھ روایات میں اس سورہ مبارکہ کے شان نزول کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ کچھ یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کیا کہ بنو اسرائیل کے لوگ جو فلسطین کے رہنے والے تھے وہ ملک مصر میں کیوں آباد ہوئے؟ ان یہودیوں کا خیال تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ السلام ی) چونکہ امی ہونے کی وجہ سے یہ نہیں بتاپائیں گے جس کے بعد ہمیں ان پر (معاذاللہ) جھوٹے نبی ہونے اور جھوٹے دعوے کرنے کا الزام لگانے کا موقع مل جائے گا۔ ان کے اس سوال کے جواب میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ مکمل سورہ مبارکہ نازل فرمائی اور مکمل وضاحت کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کا مکمل واقعہ نہایت بہترین انداز میں بیان فرمایا، اور اس پورے قصہ کو "احسن القصص" کی صفت سے شمار فرمایا۔ [5]

3- سببِ نزول:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن پاک کا نزول ہوتا رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے ایک زمانے تک اس کی تلاوت فرماتے رہے، پھر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ کوئی واقعہ بیان کیجیے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: "الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِيْنِ"[6] سے لے کر "نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ

---

[1] البقرہ: 247

[2] الخَيْرَبَيْتي، محمود بن إسماعيل بن إبراهيم بن ميكائيل، الدرة الغراء في نصيحة السلاطين والقضاة والأمراء،(الناشر: مكتبة نزار مصطفى الباز - الرياض، س ن) ص118

[3] آل نعمان، شادي بن محمد بن سالم، جامع تراث العلامة الألباني في المنهج والأحداث الكبرى، (اليمن: مركز النعمان للبحوث والدراسات الإسلامية وتحقيق التراث والترجمة، صنعاء، 1432ھ) ج، 5، ص334

[4] الهلال، محمد، تفسير القرآن الثري الجامع في الإعجاز البياني واللغوي والعلمي، (س-ن) ج13، ص3

[5] أبو الحسن علي بن أحمد بن محمد بن علي الواحدي، النيسابوري، الشافعي، أسباب نزول القرآن، المحقق: عصام بن عبد المحسن الحميدان،(الناشر: دار الإصلاح - الدمام الطبعة: الثانية، 1412 ھ)، ص269

[6] يوسف:1

وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغَافِلِيْنَ"[7] تک۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ نے عرض کیا: یارسول اللہ اگر آپ کوئی حدیث بیان فرمائیں تو بہت اچھا ہو؟ اس پر اللہ جل شانہ نے یہ آیت نازل فرمائی: "اَللّٰـهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا" [8] راوی کہتے ہیں کہ ان تمام آیات کا نزول اس لیے ہوا تاکہ وہ قرآن پر ایمان لائیں۔[9]

4۔ زمانہ نزول:

اس سورہ کے مضمون سے واضح ہوا ہے کہ یہ بھی زمانہ قیام مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی ہوگی، جب کہ قریش کے لوگ اس مسئلے پر غور کر رہے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں یا جلاوطن کریں یا قید کریں۔ اس زمانے میں بعض کفار مکہ نے (غالباً یہودیوں کے اشارے پر) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان لینے کے لیے آپ سے سوال کیا کہ بنی اسرائیل کے مصر جانے کا کیا سبب ہوا۔ چونکہ اہل عرب اس قصے سے ناواقف تھے، اس کا نام ونشان تک ان کے ہاں کی روایات میں نہ پایا جاتا تھا، اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بھی اس سے پہلے کبھی اس کا ذکر نہ سنا گیا تھا، اس لیے انھیں توقع تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یا تو اس کا مفصل جواب نہ دے سکیں گے، یا اس وقت ٹال مٹول کر کے بعد میں کسی یہودی سے پوچھنے کی کوشش کریں گے، اور اس طرح آپ کا بھرم کھل جائے گا۔ لیکن اس امتحان میں انھیں الٹی منہ کی کھانی پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے صرف یہی نہیں کیا کہ فوراً اسی وقت یوسف علیہ السلام کا یہ پورا قصہ آپ کی زبان پر جاری کر دیا، بلکہ مزید برآں اس قصے کو قریش کے اُس معاملے پر چسپاں بھی کر دیا جو وہ برادران یوسف کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر رہے تھے۔[10]

5-سورہ یوسف میں سیاسی راہنما کے اوصاف

سیاسی راہنما کے سلسلے میں اس سورہ مبارکہ میں بالواسطہ اور بلاواسطہ متعدد اوصافِ راہنما بیان ہوئے ہیں جن کا عوامی فلاح وبہبود سے گہرا تعلق ہے۔ مختصر مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاسی راہنما میں ایسی صفات ہونی چاہئیں جو انہیں حکمت، انصاف اور ہمدردی کے ساتھ راہنمائی کرنے کے قابل بنائیں۔ سورہ یوسف کے تعارف کے ساتھ ساتھ اس میں درج صفات پر اس باب میں تفصیل سے بحث کی جائے گی۔ جن میں سے درج ذیل اوصاف بحث کا مرکز ومحور رہیں گی:

ذمہ داریوں سے منسلک بنیادی امور کی انجام دہی کا اہل ہونا:

اہلیت کا ہونا کسی بھی مرتبہ کے لیے ایسے ہی ضروری ہے جیسے سانس انسان کے لیے، جس طرح انسان بنا سانس کے زندہ نہیں رہ سکتا، ایسے ہی اہلیت کے بغیر منصب بے روح ومعنی ہو جاتا ہے، پھر اہلیت سے ہی ایک مضبوط قیادت کا وجود آسکتا ہے، جو کہ ملک وقوم کی ترقی کا باعث ہوگا،[11] اس لیے بطور سیاسی راہنما پہلے اپنی اہلیت کا احتساب کریں پھر خود کو پیش کریں:

﴿قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ۝﴾[12]

ترجمہ: یوسف نے کہا کہ: آپ مجھے ملک کے خزانوں (کے انتظام) پر مقرر کر دیجیے۔ یقین رکھیے کہ مجھے حفاظت کرنا خوب آتا ہے، (اور) میں (اس کام کا) پورا علم رکھتا ہوں۔

یہاں حضرت یوسف علیہ السلام کا اقتدار حاصل کرنے کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنا، بظاہر خود سے اقتدار طلب کرنا دکھائی دیتا ہے، جو کہ ایک معیوب بات لگتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص میں کسی خاص مرتبہ کے لائق صفات رکھی ہوں اور اس کے مخالف ایسے لوگ بھی ہوں جو اس منصب کی اہلیت کے لائق نہ ہوں، اور ان سے ملک وقوم کو نقصان کا اندیشہ ہو تو وہ اپنے آپ کو اس منصب کے لیے پیش کر دے تو اس میں حرج باقی نہیں رہتا۔[13] جیسے حضرت یوسف علیہ نے اپنی شخصیت کو بطور

---

[7]یوسف:3

[8]الزمر:23

[9]أبو الحسن علي بن أحمد بن محمد بن علي الواحدي، النيسابوري، الشافعي، أسباب نزول القرآن، المحقق: عصام بن عبد المحسن الحميدان،(الناشر: دار الإصلاح - الدمام الطبعة: الثانية، 1412 ھ)، ص،270269

[10]مودودی، سید ابوالاعلی، تفہیم القرآن، ذ(لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 2006)، ج2، ص378

[11]جمیل، میاں محمد، تفسیر فہم القرآن، (لاہور: ابو ہریرہ اکیڈمی، 2014ء)، ص246

[12]سورہ یوسف:55

[13]عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، (کراچی: دارالاشاعت، 2007ء)، ج 2،ص205

وزیر خزانہ ملک مصر کے لیے پیش کیا اور اپنی صفات کو بھی بیان کیا، پھر رفتہ رفتہ بادشاہ نے تمام امور کی ذمہ داریاں حضرت یوسف علیہ السلام کے سپرد کر دیں اور وہ مصر کے حاکم بن گئے۔[14]

علم اور قوتِ فیصلہ:

سیاسی قائدین کی پہچان ان کی علمی مہارتوں اور فیصلہ کرنے کی قوت سے ہوتی ہے، اور ایسے قائدین ہی لوگوں کی صحیح راہنمائی اور انصاف کی اقدار کو پورا کرسکتے ہیں:

﴿وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًاؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ۝﴾[15]

ترجمہ: اور جب یوسف اپنی بھرپور جوانی کو پہنچے تو ہم نے انہیں حکمت اور علم عطا کیا، اور جو لوگ نیک کام کرتے ہیں، ان کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی نے "بلوغت، علم اور قوت فیصلہ" جیسی اہم سیاسی اوصاف کو بیان فرمایا ہے۔ ساتھ ہی عام مسلمین کی نیکی کے اجر کو بھی اسی بدلے کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ اس وصف کے لیے لفظ الحِكْمَةُ لایا گیا ہے جس کا معنی علم و عقل کے ذریعہ حق بات دریافت کر لینے کے ہیں لہذا حکمت الہی کے معنی اشیاء کی معرفت اور پھر نہایت اِحکام کے ساتھ ان کو موجود کرنا ہے اور انسانی حکمت موجودات کی معرفت اور اچھے کاموں کو سرانجام دینے کا نام ہے۔[16]

یہ آیت حضرت یوسف علیہ السلام کی پختگی اور ان پر فیصلے اور علم کی عطا پر روشنی ڈالتی ہے۔ مذہبی بیانیہ میں جڑی ہوئی یہ آیت سیاسی قیادت کے دائرے میں قیمتی اسباق پیش کرتی ہے۔ اس وصف کی طرف بالتکیز اشارہ کرتے ہوئے مولانا مودودی بیان کرتے ہیں کہ :

جب وہ اپنی بھرپور جوانی کو پہنچ گیا تو ہم نے انہیں قوت فیصلہ اور علم عطا کیا۔

قرآن کی آیات میں ان الفاظ سے مراد: نبوت عطا کرنا ہوتا ہے۔"حکم" کے معنی قوتِ فیصلہ کے اور"اقتدار" کے بھی ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالی کی جانب سے کسی بندے کو"حکم" عطا کیے جانے کا مطلب یہ ہو گا کہ اللہ تعالی نے اسے انسانی زندگی کے معاملات میں فیصلہ کرنے کی قوت عطا کی اور اختیارات بھی عطا کیے ہیں۔"علم" سے مراد وہ تمام خاص علوم ہیں جو اللہ سبحانہ وتعالی انبیاء کرام علیہ السلام کو عطا کرتا ہے۔[17]

مذکورہ بحث سے اس آیت مبارکہ میں سیاسی راہنما کے لیے یہ صفات بیان ہوئی ہیں: جوانی، قوتِ فیصلہ، علم، اور نیکی کرنے کے ثمرات۔

آیت مبارکہ میں میں مذکورہ راہنمائی اور دیگر افراد کے لیے بہتر طریقے سے محسن اور ہم درد بننے کے لیے بلوغت کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے یعنی بلوغت کے بعد ہی ایک سیاسی راہنما علم اور قوت فیصلہ کی حکمتوں کو بہتر انداز سے منطبق کر سکتا ہے اور اس کے مطابق اپنی عملی زندگی کے بہتر فیصلے کر سکتا ہے، اب یہ فیصلے اس کی اپنی شخصی پہچان کو عوام الناس میں مقبول بنانے کے لیے بھی ہوسکتے ہیں اور اپنے لوگوں کی صحیح راہنمائی کے لیے بھی اور ان کے مفادات کے لیے بھی، لہذا ایک سیاسی راہنما کے لیے بھرپور جوانی تک کا سفر کرنا لازم ہے اور یہ محض شروعات ہے اس کے بعد کے تجربات انہیں قیادت کے لیے ایک بہتر راہنما بناتے ہیں اور جیسے جیسے وہ اپنے کردار میں پختہ ہوتے جائیں، انہیں عقلمند اور موثر حکمرانی کے لیے ضروری خصوصیات کو پروان چڑھانا چاہیے۔

آیت میں "قوتِ فیصلہ "کا ذکر دانشمندانہ فیصلہ سازی کی اہمیت کو بھی واضح کرتا ہے۔ صحیح فیصلہ کرنے والا سیاسی راہنما پیچیدہ حالات میں بھی حکمت عملی کے ساتھ سرخرو ہو سکتا ہے، تنازعات کو حل کر سکتا ہے اور ایسے انتخاب کر سکتا ہے جس سے زیادہ فائدہ ہو۔[18]

---

[14] عثمانی، آسان ترجمہ قرآن، ص730

[15] سورہ یوسف: 22

[16] الأصفهانی، أبو القاسم الحسين بن محمد المعروف بالراغب، المفردات في غريب القرآن، المحقق: صفوان عدنان الداودي، (دمشق بيروت: دار القلم، الدار الشامية، الطبعة: الأولى - 1412ھ)، ص249

[17] مودودی، سید ابوالاعلی، تفهيم القرآن، لاہور: اداره ترجمان القرآن 2006)، ج2، ص392

[18] الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير، الأحكام السلطانية، (الناشر: دار الحديث - القاهرة، س ن)، ص18

آیت مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کو علم عطا کرنے پر بھی زور دیا گیا ہے۔ سیاسی تناظر میں، علم مسائل کو سمجھنے، پالیسیاں بنانے اور معاشرے کی متنوع ضروریات کو پورا کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ ایک باشعور سیاست دان قیادت کرنے اور باخبر فیصلے کرنے کے لیے بہتر طور پر علم و حکمت کے ساتھ اپنے سیاسی سفر میں نمایاں کردار ادا کر سکتا ہے۔[19]

اختتامی جملہ، "ہم نیک لوگوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں،" سے پتہ چلتا ہے کہ یہ صفات احسان کرنے والوں اپنی تمام نیکیوں کا بدلہ اللہ سے لینے والوں سے وابستہ ہیں۔[20]

اس آیت مبارکہ کا لب لباب یہ ہو سکتا ہے کہ بہترین سیاسی راہنما کی اوصاف میں قوت فیصلہ کو بہتر بنانے لیے ہیے یوسف علیہ السلام کی طرح جسمانی، علمی اور عقلی پختگی انتہائی ضروری امور ہیں۔

عفت و پاک دامنی:

سیاسی راہنما میں پاک دامنی کا عنصر اس کے کردار کو نمایاں بناتا ہے اور اس کے ذریعے سے ماتحت افراد اور ارد گرد کے لوگ عزت و آبرو میں تحفظ محسوس کرتے ہیں، ایسے قائدین ہی لوگوں کی راہنمائی کے لیے بہتر ہیں جو اپنے نفس کی درست راہنمائی کرتے ہیں، پھر چاہے ان کے راستے میں کتنی ہی رکاوٹیں آجائیں یا تکالیف، وہ مشکل حالات میں بھی بہتری کی طرف گامزن رہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کے لیے (ظاہری طور پر دیکھنے والی) مشکلات و تکالیف میں بھی ان کی عزت کو بڑھاتا ہے اور انہیں بہترین انجام تک پہنچا دیتا ہے:

﴿ثُمَّ بَدَا لَہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا رَاَوُا الۡاٰیٰتِ لَیَسۡجُنُنَّہٗ حَتّٰی حِیۡنٍ﴾[21]

ترجمہ: پھر ان لوگوں نے (یوسف کی پاکدامنی کی) بہت سی نشانیاں دیکھ لینے کے بعد بھی مناسب یہی سمجھا کہ انہیں ایک مدت تک قید خانے بھیج دیں۔

اخلاقی طور پر عفت کی وصف رکھنے والا راہنما، شہریوں کا اعتماد حاصل کرنے کا زیادہ امکان رکھتا ہے، اور حکومت اور عوام کے درمیان مثبت تعلقات کو فروغ دیتا ہے۔[22]

باطن کے ساتھ ظاہراً بھی نیک دکھنا:

انسان کے کردار کی شناخت میں کچھ اہم عناصر ظاہری بھی ہوتے ہیں جس سے اس کے کردار کی نیک نیتی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، مثلاً: اس کے بول چال اور بناؤ سنگھار سے اخلاقیات و نفسیات، نیز شخصیت کا پہلا اثر ظاہری طور پر ہوتا ہے:

﴿اِنَّا نَرٰىکَ مِنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ﴾[23]

ترجمہ: ہمیں تم نیک آدمی نظر آتے ہو۔

اس آیت مبارکہ میں ظاہر و باطن دونوں کا پاک ہونا اور نیک نظر آنا بھی سیاسی راہنما کے لیے اہم صفات میں سے ایک ہے، جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام سے متعلق ان کے قید کے ساتھیوں نے انہیں ظاہراً دیکھ کر اس بات کا بخوبی اندازہ لگایا کہ جو شخص ہمارے ساتھ موجود ہے وہ ایک نیک صفت انسان دکھ رہا ہے۔

سیاسی راہنما کے لیے ضروری ہے کہ اس کے باطن کے ساتھ اس کے ظاہر کا بھی نیک دکھنا، لوگوں کے اعتماد کو بحال کرتا ہے اور اس اعتماد سے لوگ اپنے مسائل اس راہنما سے بیان کرتے ہیں جس طرح ان دو قیدیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اپنی تشویش بیان کی۔

ایک راہنما کی اہم ذمہ داریوں میں سے ہے کہ ماتحت افراد اور عوام کی عزت کو محفوظ بنائے اور ہر طرح کی ذاتی اور معاشی و معاشرتی ذمہ داریوں میں خیانت سے بچ کر رہے:

---

[19] الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير، الأحكام السلطانية، (الناشر: دار الحديث - القاهرة، س ن)، ص18

[20] عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، (کراچی: دارالاشاعت، 2007ء)، ج 2،ص295

[21] سورہ یوسف:35

[22] عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، (کراچی: دارالاشاعت، 2007ء)، ج 2،ص193

[23] سورہ یوسف: 36

﴿ذٰلِکَ لِیَعۡلَمَ اَنِّیۡ لَمۡ اَخُنۡہُ بِالۡغَیۡبِ وَ اَنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ کَیۡدَ الۡخَآئِنِیۡنَ۝﴾[24]

ترجمہ:(جب یوسف کو قید خانے میں اس گفتگو کی خبر ملی تو انہوں نے کہا کہ:) یہ سب کچھ میں نے اس لیے کیا تاکہ عزیز کو یہ بات یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی غیر موجودگی میں اس کے ساتھ کوئی خیانت نہیں کی، اور یہ بھی کہ جو لوگ خیانت کرتے ہیں، اللہ ان کے فریب کو چلنے نہیں دیتا۔

اس آیت مبارکہ میں عزت و آبرو کی امانت داری، جان و مال کی حفاظت اور ہر طرح کی خیانت سے محفوظ رہنے کی صفت کو بیان کیا گیا ہے۔[25]

صداقت کو تمام امور پر مقدم رکھنا :

سیاسی راہنما کی بنیادی صفات میں سے ہے کہ اس کے کردار کی صداقت کا بول بالا ہو، لفظوں میں سچائی اورامانت داری اس حدتک ہو کہ لوگوں میں وجہ شہرت بن جائے: ﴿یُوۡسُفُ اَیُّہَا الصِّدِّیۡقُ﴾ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ سچائی پر چلنے والے قائدین کو تکالیف کا سامنا ہوتا ہے اور ایسے حالات میں صبر و استقامت سے کام لینا ہی اصل حکمت ہے، ہر وقت اللہ سے امید جوڑے رکھنا توکل اور صبر کی صفت کو نکھارتا ہے، صبر روشنی کی مانند ہے جس سے ہر فریب، جھوٹ، اور بدنیتی عیاں ہو جاتی ہے:

﴿وَ قَالَ الۡمَلِکُ ائۡتُوۡنِیۡ بِہٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَہُ الرَّسُوۡلُ قَالَ ارۡجِعۡ اِلٰی رَبِّکَ فَسۡـَٔلۡہُ مَا بَالُ النِّسۡوَۃِ الّٰتِیۡ قَطَّعۡنَ اَیۡدِیَہُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ بِکَیۡدِہِنَّ عَلِیۡمٌ۝(50) قَالَ مَا خَطۡبُکُنَّ اِذۡ رَاوَدۡتُّنَّ یُوۡسُفَ عَنۡ نَّفۡسِہٖ ؕ قُلۡنَ حَاشَ لِلّٰہِ مَا عَلِمۡنَا عَلَیۡہِ مِنۡ سُوۡٓءٍ ؕ قَالَتِ امۡرَاَتُ الۡعَزِیۡزِ الۡـٰٔنَ حَصۡحَصَ الۡحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدۡتُّہٗ عَنۡ نَّفۡسِہٖ وَ اِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیۡنَ۝(51)﴾[26]

ترجمہ: اور بادشاہ نے کہا کہ: اس کو (یعنی یوسف کو) میرے پاس لے کر آؤ۔ چنانچہ جب ان کے پاس ایلچی پہنچا تو یوسف نے کہا: اپنے مالک کے پاس واپس جاؤ، اور ان سے پوچھو کہ ان عورتوں کا کیا قصہ ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے؟ میرا پروردگار ان عورتوں کے مکر سے خوب واقف ہے۔ بادشاہ نے (ان عورتوں کو بلا کر ان سے) کہا: تمہارا کیا قصہ تھا جب تم نے یوسف کو ورغلانے کی کوشش کی تھی؟ ان سب عورتوں نے کہا کہ: حاشا للہ! ہم کو ان میں ذرا بھی تو کوئی برائی معلوم نہیں ہوئی۔ عزیز کی بیوی نے کہا کہ: اب تو حق بات سب پر کھل ہی گئی ہے۔ میں نے ہی ان کو ورغلانے کی کوشش کی تھی، اور حقیقت یہ ہے کہ وہ بالکل سچے ہیں۔

سیاسی راہنما پر ایسے مشکل وقت آنے کا امکان لاحق رہتا ہے کہ اس کو ناحق کسی مصیبت یا کسی سزا کا یا کسی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے، اس صورت میں وہ بے صبری کا مظاہرہ نہ کرے بلکہ حق اور سچ واضح ہونے کا انتظار کرے۔[27] مسلمان کو ناحق چھوٹی سے چھوٹی تکلیف پہنچنے پر بھی اللہ تعالی اسے اجر عطا کرتے ہیں۔[28]

اللہ تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَ الصَّلٰوۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ۝﴾[29]

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔ بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

علم و عمل پر بھرپور اعتماد کرنا:

قائدین کا سب سے اہم کام یہی ہوتا ہے کہ وہ عوامی اعتماد کو بحال کریں تاکہ ان کے فیصلوں میں عوامی طاقت اور پختگی ہو، حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی اپنے قید کو ساتھیوں کو پہلے اعتماد میں لیا اس کے بعد وہ ان کی تمام باتوں پر اعتماد کرتے رہے:

﴿قَالَ لَا یَاۡتِیۡکُمَا طَعَامٌ تُرۡزَقٰنِہٖۤ اِلَّا نَبَّاۡتُکُمَا بِتَاۡوِیۡلِہٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّاۡتِیَکُمَا ؕ ذٰلِکُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیۡ رَبِّیۡ ؕ﴾[30]

---

[24] سورہ یوسف:52

[25] عثمانی، شفیع ، معارف القرآن، (کراچی،:مکتبہ معارف القرآن، 2008ء)، ج5،ص32

[26] سورہ یوسف:51,50

[27] عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، (کراچی: دارالاشاعت، 2007ء)، ج 2،ص202

[28] بخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب المرضی ،باب مَا جَاءَ فِي كَفَّارَةِ الْمَرَضِ ، ح: 5640

[29] سورہ البقرہ: 153

[30] سورہ یوسف: 37

ترجمہ: یوسف نے کہا: جو کھانا تمہیں (قید خانے میں) دیا جاتا ہے، وہ ابھی آنے نہیں پائے گا کہ میں تمہیں اس کی حقیقت بتادوں گا۔
یہ (تعبیر) ان علوم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھائے ہیں۔

اس آیت مبارکہ میں حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا اعتماد ان قیدیوں کے دل میں بنانے کے لیے یہ تدبیر اختیار کی جو آیت مذکورہ میں بیان ہوئی ہے تاکہ وہ اس کے ذریعے سے ان کا اعتماد حاصل کریں اور اپنے علم کو اللہ کی عطا کردہ رحمت سے جوڑ کر ان کے اعتماد کو اپنے لیے خاص کیا تاکہ وہ ان کی آگے بیان ہونے والی بات کو بغور سنیں اور عمل کریں۔[31]

انسان کے کردار کی طرح اس کا اعتماد بھی اس کے اعمال اور معاملات سے نکھرتا ہے، اچھے اعمال و معاملات رکھنے والا نیک و با اعتماد اور اس کے برعکس برے کردار سے مشہور شخص بالآخر اعتماد کھو دیتا اور رسوائی کا سامنا کرتا رہتا ہے۔ بطور سیاسی راہنما کردار میں صداقت اور امانتداری سے عوام و خواص کا اعتماد بحال کریں:

﴿وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْیَوْمَ لَدَیْنَا مَكِیْنٌ اَمِیْنٌ۝﴾[32]

ترجمہ: اور بادشاہ نے کہا کہ: اس کو میرے پاس لے آؤ، میں اسے خالص اپنا (معاون) بناؤں گا۔ چنانچہ جب (یوسف بادشاہ کے پاس آگئے، اور) بادشاہ نے ان سے باتیں کیں تو اس نے کہا: آج سے ہمارے پاس تمہارا بڑا مرتبہ ہوگا، اور تم پر پورا بھروسہ کیا جائے گا۔

کردار کا برتاؤ اور بات چیت کا انداز اعتماد اور احترام حاصل کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ لوگوں کی راہنمائی محض قول و فکر سے نہ ہو بلکہ اپنے کردار کو پیش پیش رکھیں کیوں کہ قائدین کو اللہ تعالی نے بڑی ذمہ داری عطا کی ہے اب اگر ان کی قولی راہنمائی ان کی عملی زندگی سے تضاد رکھتی ہو تو عوام میں ان کی عزت اور کردار کا معیار گر جائے گا۔ قول و فعل میں تضاد سے متعلق قرآن مجید کی ان آیات سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۝﴾[33]

ترجمہ: اے ایمان والو! تم وہ باتیں کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں ہو۔

﴿كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۝﴾[34]

ترجمہ: اللہ کے نزدیک بہت سخت ناپسندیدہ بات یہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو خود نہیں کرتے۔

علم و عمل کے وصف کے معاملے میں پیش نظر رہے کہ اللہ تعالی نے جس کسی کو بھی کوئی خوبی عطا کی ہو اسے چاہیے کہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرے اور یہ جان لے کہ تمام تر بھلائی محض اللہ کے فضل سے ہے، بطور سیاسی راہنما جو کچھ علم اللہ نے عطا کیا ہو اسے خود پسندی کا ذریعہ نہ بننے دے اور نہ اس پر اترائے:

﴿فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَؕ مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُؕ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ۝﴾[35]

ترجمہ: چنانچہ یوسف نے اپنے (سگے) بھائی کے تھیلے سے پہلے دوسرے بھائیوں کے تھیلوں کی تلاشی شروع کی، پھر اس پیالے کو اپنے (سگے) بھائی کے تھیلے میں سے برآمد کرلیا۔ اس طرح ہم نے یوسف کی خاطر یہ تدبیر کی۔ اللہ کی یہ مشیت نہ ہوتی تو یوسف کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق اپنے بھائی کو اپنے پاس رکھ لیتے، اور ہم جس کو چاہتے ہیں، اس کے درجے بلند کردیتے ہیں، اور جتنے علم والے ہیں، ان سب کے اوپر ایک بڑا علم رکھنے والا موجود ہے۔

اصولوں کی خاطر قربانیاں دینا مگر اصول قربان نہ کرنا:

ناگوار حالات میں اپنی عزت نفس بچانا اور اس کی خاطر عارضی اور وقتی مشکلات کا سامنا کرنا، راہنما کے لیے بہتر مستقبل کا باعث ہوتا ہے، کیوں کہ جو لوگ عزت نفس یا اپنے اصولوں پر سمجھوتا کر لیتے ہیں انہیں وقتی اور ظاہری فائدہ مل بھی جائے مگر دنیا و آخرت میں رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا، اور دنیا کی زندگی میں انصاف پر

[31] عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، (کراچی: دارالاشاعت، 2007ء)، ج 2، ص195

[32] سورہ یوسف:54

[33] سورہ الصف:2

[34] سورہ الصف: 3

[35] سورہ یوسف:76

مبنی روشن مستقبل کو ترجیح اور دنیاوی زندگی کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دینا، انبیاء کرام علیہ السلام کی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ جسے درج ذیل آیت میں بھی بیان کیا گیا ہے:

﴿قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدْعُوْنَنِیْۤ اِلَیْهِ ۚ﴾[36]

ترجمہ: یوسف نے دعا کی کہ: "یارب! یہ عورتیں مجھے جس کام کی دعوت دے رہی ہیں، اس کے مقابلے میں قید خانہ مجھے زیادہ پسند ہے۔

حق کی طرف دعوت دیتے رہنا:

خالق حقیقی کی پہچان ہی اس فانی زندگی کا حقیقی اور ابدی فلسفہ ہے اور راہنما کا پہلا کام اصل راہ کی راہنمائی کرنا ہے پھر خالق حقیقی سے جوڑ کر تمام راستوں اور مشکلات کو سر کرنا ہے، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا:

﴿اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ○ وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ○﴾[37]

ترجمہ: میں نے اُن لوگوں کا دین چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے، اور جو آخرت کے منکر ہیں۔ اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے دین کی پیروی کی ہے۔ ہمیں یہ حق نہیں ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک ٹھہرائیں۔ یہ (توحید کا عقیدہ) ہم پر اور تمام لوگوں پر اللہ کے فضل کا حصہ ہے لیکن اکثر لوگ (اس نعمت) کا شکر ادا نہیں کرتے۔

انبیاء کرام کی اہم اور بنیادی صفات میں سے ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ سے جوڑتے تھے،[38] یعنی انسان کو دنیا کی پرستش سے ہٹا کر اللہ سے جوڑنا، انسان کو انسان کی پرستش سے ہٹا کر اللہ سے جوڑنا، انسان کو مصنوعی خداؤں کی پرستش سے ہٹا کر اصل خالق حقیقی سے جوڑنا، دنیاوی مناسب اور آقاؤں سے ہٹا کر اصل مالک سے جوڑنا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کے عالی شان مرتبہ کو ایسے نرم اور دھیمے انداز، بہترین دلائل اور حکمت بھرے الفاظ سے بیان کرنا کہ لوگوں کے دلوں میں اتر جائے، ایسی صفات اور علم کے حامل راہنما ہی اصل ترقی کی جانب گامزن ہوتے ہیں:

﴿یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ○ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ○﴾[39]

ترجمہ: اے میرے قید خانے کے ساتھیو! کیا بہت سے متفرق رب بہتر ہیں، یا وہ ایک اللہ جس کا اقتدار سب پر چھایا ہوا ہے؟۔ اس کے سوا جس جس کی تم عبادت کرتے ہو، ان کی حقیقت چند ناموں سے زیادہ نہیں ہے جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیے ہیں۔ اللہ نے ان کے حق میں کوئی دلیل نہیں اتاری۔ حاکمیت اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے، اسی نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

سیاسی راہنماؤں کو حضرت یوسف علیہ السلام کی اس حکمت عملی سے یہ سبق حاصل کرنا چاہیے کہ اپنی قوم و ملک کے افراد کے ساتھ ایسے ہی نرم مزاجی کو اختیار کرے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے ان قیدیوں کے ساتھ کی تھی اس کا اثر یہ ہو گا کہ لوگ اس سے ملنے، اس سے بات کرنے، اس کے سامنے اپنے مسائل پیش کرنے کو آسان سمجھیں، اور اس کے ذریعے سے وہ لوگوں کو دلائل وحکمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو بھی واضح کرے تاکہ عوام الناس کے دل میں اللہ کی حاکمیت کی طرف سے ذرہ برابر بھی کسی قسم کا تردد نہ رہے۔[40]

---

[36] سورہ یوسف: 33

[37] سورہ یوسف: 37، 38

[38] عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، (کراچی: دارالاشاعت، 2007ء)، ج 2، ص 195

[39] سورہ یوسف: 39:40

[40] الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير، الأحكام السلطانية، (الناشر: دار الحديث - القاهرة، س ن)، ص 40

ان امور سے معلوم ہوتا ہے کہ سیاسی رہنما کو اپنے مستقبل کے اقدامات اور لائحہ عمل کو لوگوں کے سامنے بہترین انداز، مدلل طریقے اور نرم رویہ کے ساتھ رکھنا چاہیے۔ لوگوں کے قلوب واذہان کے اطمئنان کے بعد ان کا تعاون حاصل کرنا نسبتاً آسان ہو جاتا ہے۔

مسائل سے نجات کے لیے ممکنہ تمام اسباب کو زیر غور رکھنا:

دنیا اور دنیاوی زندگی اسباب سے جڑے ہیں، یعنی ہر شئے کے وجود میں کسی نہ کسی درجے میں سبب پایا جاتا ہے اور یہ بحکمِ الٰہی ہے کیوں کہ دنیا دار الاسباب ہے اور مشکلات کے وقت اسباب کا سہارا لینا بھی ناگزیر ہے:

﴿وَ قَالَ لِلَّذِیۡ ظَنَّ اَنَّہٗ نَاجٍ مِّنۡہُمَا اذۡکُرۡنِیۡ عِنۡدَ رَبِّکَ ﴾[41]

ترجمہ: اور ان دونوں میں سے جس کے بارے میں ان کا گمان تھا کہ وہ رہا ہو جائے گا، اس سے یوسف نے کہا کہ: اپنے آقا سے میرا بھی تذکرہ کر دینا۔

اس آیت مبارکہ میں اسباب کا سہارا لے کر اپنے مسائل و مشکل حالات سے نمٹنے کی طرف اشارہ دیا گیا ہے، جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے قید کے ساتھی کو بادشاہ سے اپنے تذکرہ کرنے کو کہا۔

ایک حدیث مبارکہ میں بیان ہوا ہے:

أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَعْقِلُهَا وَأَتَوَكَّلُ أَوْ أُطْلِقُهَا وَأَتَوَكَّلُ قَالَ: ((اعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ))[42]

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا میں اونٹ کو پہلے باندھ دوں پھر اللہ پر توکل کروں یا چھوڑ دوں پھر توکل کروں؟ آپ نے فرمایا: "اسے باندھ دو، پھر توکل کرو"۔

اس حدیث کی تعلیم سے اسباب کا سہارا اور اللہ پر توکل کی بہترین مثال بیان کی گئی ہے جس کی روشنی میں دعا اور عمل کی اہمیت کو با آسانی سمجھا جا سکتا ہے۔

فہم وفراست کے ساتھ مسائل حل کرنا:

قائدین کے فہم و فراست کا اس وقت معلوم ہوتا ہے جب ان کی قوم پر مصیبت کا خطرہ منڈلا رہا ہو اور وہ انہیں اس سے محفوظ کر لیں۔ مندرجہ ذیل آیات حضرت یوسف علیہ السلام کے ان عناصر کو بیان کرتی ہیں جہاں حکمت عملی اور ذخیرہ اندوزی کی عمدہ مثال ہے۔ عصر حاضر کے قائدین کے لیے ان آیات میں بہترین سبق موجود ہے:

﴿قَالَ تَزۡرَعُوۡنَ سَبۡعَ سِنِیۡنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدۡتُّمۡ فَذَرُوۡہُ فِیۡ سُنۡۢبُلِہٖۤ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّمَّا تَاۡکُلُوۡنَ○ثُمَّ یَاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ سَبۡعٌ شِدَادٌ یَّاۡکُلۡنَ مَا قَدَّمۡتُمۡ لَہُنَّ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّمَّا تُحۡصِنُوۡنَ○ ثُمَّ یَاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ عَامٌ فِیۡہِ یُغَاثُ النَّاسُ وَ فِیۡہِ یَعۡصِرُوۡنَ○﴾[43]

ترجمہ: یوسف نے کہا: تم سات سال تک مسلسل غلہ زمین میں اگاؤ گے۔ اس دوران جو فصل کاٹو، اس کو اس کی بالیوں ہی میں رہنے دینا، البتہ تھوڑا سا غلہ جو تمہارے کھانے کے کام آئے، (وہ نکال لیا کرو)۔ پھر اس کے بعد تم پر سات سال ایسے آئیں گے جو بڑے سخت ہوں گے، اور جو کچھ ذخیرہ تم نے ان سالوں کے واسطے جمع کر رکھا ہوگا، اس کو کھا جائیں گے، ہاں البتہ تھوڑا سا حصہ جو تم محفوظ کر سکو گے، (صرف وہ بچ جائے گا)۔ پھر اس کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں لوگوں پر خوب بارش ہوگی، اور وہ اس میں انگور کا شیرہ نچوڑیں گے۔

تمام قوتیں ہونے کے باوجود عجز وانکساری کرنا:

عاجزی انسان کو سخت دلی سے محفوظ رکھتی ہے، دل اور اخلاقیات میں نرمی پیدا کرتی ہے، بطور سیاسی راہنما نرمی سے پیش آنا ہی اس کی خوبیوں اور صفات میں سے ہے:

---

[41] سورہ یوسف: 42

[42] ترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی بوغی، **سنن ترمذی**، کتاب صفة القيامة والرقائق والورع عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب مِنْهُ، ح: 2517(حسن)

[43] سورہ یوسف: 47 تا 49

﴿وَ مَاۤ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝﴾[44]

ترجمہ: اور میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میرا نفس بالکل پاک صاف ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ نفس تو برائی کی تلقین کرتا ہی رہتا ہے، ہاں میرا رب رحم فرمادے تو بات اور ہے (کہ اس صورت میں نفس کا کوئی داؤ نہیں چلتا) بیشک میرا رب بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

اس آیت مبارکہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو حضرت یوسف علیہ السلام نہایت عاجزی کے ساتھ اپنے رب کی طرف سے ملنے والی رحمت یعنی "تواضع" کو بہت خوبصورت انداز میں بیان کر رہے ہیں، اور ساتھ ہی نفس کے مکر کو بھی واضح کر رہے ہیں۔

اس آیت کی روشنی میں سیاسی راہنما کے لیے واضح سبق یہ ملتا ہے کہ اپنے کردار میں تواضع کو اختیار لازمی کرنا چاہیے اور جو شخص عاجزی کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت اور مرتبے کو بلند فرماتا ہے، اور جو شخص متکبر ہو کر اکڑتا ہے اس کے لیے رسوائی ہے:

﴿ثَانِیَ عِطۡفِهٖ لِیُضِلَّ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِی الدُّنۡیَا خِزۡیٌ وَّ نُذِیۡقُهٗ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ عَذَابَ الۡحَرِیۡقِ﴾[45]

ترجمہ: وہ تکبر سے اپنا پہلو اکڑائے ہوئے ہیں، تاکہ دوسروں کو بھی اللہ کے راستے سے گمراہ کریں۔ ایسے ہی شخص کے لیے دنیا میں رسوائی ہے، اور قیامت کے دن ہم اسے جلتی ہوئی آگ کا مزہ چکھائیں گے۔

عاجزی انسان کی شخصیت کو خوبصورت بناتی ہے اور سیاسی قائدین میں یہ صفت ہونی چاہیے تاکہ عوام میں ان کی شخصی پہچان (نیک سیرت) اور تعلق قائم ہو[46]، اور تواضع اختیار کرنے والے شخص کو اللہ تعالیٰ اونچا مرتبہ اور عزت عطا فرماتے ہیں۔

لوگوں کے ساتھ برتاؤ میں احتیاط:

سورہ یوسف میں محسن اور حریف یا مضرین دونوں اقسام کے افراد کا ذکر ہوا ہے اور دونوں طرح کے لوگوں کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے رویہ کو پیش کیا گیا ہے۔ درج ذیل سطور میں ان دونوں اقسام کے لوگوں کے رویوں سے حاصل ہونے والے اوصاف پیش کیے جا رہے ہیں:

أ. محسنین کے ساتھ برتاؤ

سیاسی راہنما کی زندگی میں کئی افراد ایسے آتے ہیں جنہوں نے ان پر ذاتی یا اجتماعی مفادات میں معاونت کی ہوتی ہے۔ بر سر اقتدار آنے کے بعد ایسے محسنین کے ساتھ کس طرح کا رویہ روا رکھا جائے اس سلسلے میں سورہ یوسف خاصی وضاحت کرتی ہے۔ اس ضمن میں عزیز مصر کے ساتھ حضرت یوسف کا حسنِ سلوک اور اس کی خاطر قید میں جانا، محسنین کے ساتھ احسان کرنے کی وصف اختیار کرنے کی تحریض دلاتا ہے، جبکہ زوجہ ملک مصر کے ساتھ گناہ کی طرف مائل کرنے پر انکار کا رویہ بتاتا ہے کہ راہنما کو اپنے محسنین کے ساتھ تعاونِ بر اور عدم تعاونِ عدوان کے ساتھ چلنا چاہیے۔[47] کیوں کہ بعض اوقات احسان کرنے والے کے شر سے بچنا بھی نہایت ضروری ہے کیوں کہ احسان کرنے والے کے دل میں اگر کوئی برے مفادات ہوں تو ہرگز اس کی پیروی نہیں کرنی چاہیے، چاہے وہ کتنا ہی بڑا محسن کیوں نا ہو:

﴿وَ رَاوَدَتۡهُ الَّتِیۡ هُوَ فِیۡ بَیۡتِهَا عَنۡ نَّفۡسِهٖ وَ غَلَّقَتِ الۡاَبۡوَابَ وَ قَالَتۡ هَیۡتَ لَکَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیۡۤ اَحۡسَنَ مَثۡوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝﴾[48]

ترجمہ: اور جس عورت کے گھر میں وہ رہتے تھے، اس نے ان کو ورغلانے کی کوشش کی، اور سارے دروازے بند کر دیے، اور کہنے لگی: "آ بھی جاؤ!" یوسف نے کہا: "اللہ کی پناہ! وہ میرا آقا ہے، اس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے۔ جو لوگ ظلم کرتے ہیں، انہیں فلاح حاصل نہیں ہوتی۔

---

[44] سورہ یوسف:53

[45] الحج: 9

[46] الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير، الأحكام السلطانية، (الناشر: دار الحديث - القاهرة، س ن)، ص41

[47] عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، (کراچی: دارالاشاعت، 2007ء)، ج 2، ص187

[48] سورہ یوسف:23

سورہ یوسف کی اس آیت میں محسن کے گناہ میں شریک ہونے سے بچنے کے اخلاقی اصول پر زور دیا گیا ہے۔ یہ آیت سالمیت اور اخلاقی خود مختاری کو برقرار رکھنے کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ ظاہری فوائد یا احسانات کے باوجود، سیاسی قائدین، عوامی شخصیت اور راہنما کے طور پر، اس قرآنی حکم سے قیمتی سبق حاصل کر سکتے ہیں۔[49]

حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک اعلیٰ سماجی حیثیت کی حامل عورت جو اس وقت کے عزیز مصر کی بیوی تھی، حضرت یوسف علیہ السلام نے اس عورت کی نامعقول اور غیر فطری پیش قدمی اور پیش کش کا مقابلہ کیا اور سمجھوتہ کرنے کے خطرے سے دوچار ہونے کے باوجود، گناہ کے مقابلے میں نیکی کا انتخاب کیا۔[50]

سیاسی راہنما کو دیانتداری اور انصاف کے اصولوں کو برقرار رکھنا چاہیے، ان اقدار کو مجسم کر کے راہنما اپنے کردار کے ساتھ اعتماد کی بنیاد قائم کر سکتے ہیں اور ایک منصفانہ اور اخلاقی معاشرے کی تشکیل میں اپنا حصہ ڈال سکتے ہیں۔[51]

روحانی ترقی اور خود کی بہتری کا راستہ گناہ سے بچنے اور نیکی کی تلاش میں مسلسل کوشش سے ہموار ہوتا ہے۔ سیاسی قائدین کی نیکی کی زندگی گزارنے کی کوششیں نہ صرف ایک اخلاقی ذمہ داری ہے بلکہ گناہ سے بچنے اور تقویٰ کی زندگی بسر کرنے سے نہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ مشکلات سے نجات عطا کرتا ہے بلکہ بہترین مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے، چنانچہ ہر لمحہ گناہ سے بچنے کی کوشش کرتے رہنا چاہیے:

﴿وَ اسْتَبَقَا الْبَابَ وَ قَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّ اَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ﴾[52]

ترجمہ: اور دونوں آگے پیچھے دروازے کی طرف دوڑتے، اور (اس کشمکش میں) اس عورت نے ان کے قمیص کو پیچھے کی طرف سے پھاڑ ڈالا۔ اتنے میں دونوں نے اس عورت کے شوہر کو دروازے پر کھڑا پایا۔

اسی طرح راہنما کی اولین صفت صدق و حق گو ہونا ہے، جس میں سچ کہنے کی جرات اور حق بات کہنے کی ہمت نا ہو وہ راہنما نہیں بن سکتا:

﴿قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ﴾[53]

ترجمہ: یوسف نے کہا "یہ خود تھیں جو مجھے ورغلا رہی تھیں۔"

اس آیت مبارکہ سے حق بات کہنے کا تصور بیان کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں حق کہنے سے متعلق ترغیبات موجود ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوا الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝﴾[54]

ترجمہ: اور حق کی آمیزش باطل کے ساتھ نہ کرو اور نہ ہی حق کو جان بوجھ کر چھپاؤ۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۝﴾[55]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اہل صدق (کی معیت) میں شامل رہو۔

محسنین رویوں کے ساتھ برتاؤ کا جائزہ لیا جائے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے رویوں سے معلوم ہوتا ہے کہ:

سیاسی قیادت دیانتداری کو بہر صورت برقرار رکھنے کی جستجو کرتی رہے۔

سیاسی راہنما کے لیے ذاتی مفاد پر اخلاق اور شخصیت کے تحفظ کو ترجیح دینی چاہیے۔

سیاسی قیادت کو محسنین کی قدر کرتے ہوئے ان کے منفی امور میں شریک نہیں رہنا چاہیے بلکہ حکمت کے ساتھ ساتھ انصاف پر مبنی رویہ رکھنا چاہیے۔

محسنین کے احسانوں کا بدلہ نیک سلوک اور ان کی عزت، مال اور جان کے تحفظ سے کرنی چاہیے۔

جب محسنین کی طرف سے ناجائز اور ظلم پر مبنی مطالبات کیے جائیں تو ان کے سامنے مدلل، اور مہذب انداز سے حق بات کو پیش کیا جائے۔

---

[49] الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير، الأحكام السلطانية، (الناشر: دار الحديث - القاهرة، س ن)، ص19

[50] عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، (کراچی: دارالاشاعت، 2007ء)، ج 2، ص187

[51] الماوردي، أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير، الأحكام السلطانية، (الناشر: دار الحديث - القاهرة، س ن)، ص19

[52] سورہ یوسف:25

[53] سورہ یوسف:26

[54] البقرہ: 42

[55] التوبہ: 119

ب. حریفوں سے رویہ

اعلی ظرف اور اچھے اخلاق رکھنے والا راہنما بہترین اقدامات سے معاملات کو سنوارتا ہے، بطور سیاسی راہنما اقتدار ملنے کے بعد اپنے دشمنوں پر ظلم سے بچیں، اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں:

﴿وَ جَآءَ اِخْوَةُ یُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَیْهِ فَعَرَفَهُمْ وَ هُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ○وَ لَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِیْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّیْۤ اُوْفِی الْكَیْلَ وَ اَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ○﴾[56]

ترجمہ: اور (جب قحط پڑا تو) یوسف کے بھائی آئے، اور ان کے پاس پہنچے، تو یوسف نے انہیں پہچان لیا، اور وہ یوسف کو نہیں پہچانے۔ اور جب یوسف نے ان کا سامان تیار کر دیا تو ان سے کہا کہ (آئندہ) اپنے باپ شریک بھائی کو بھی میرے پاس لے کر آنا۔ کیا تم یہ نہیں دیکھ رہے ہو کہ میں پیمانہ بھر بھر کر دیتا ہوں، اور میں بہترین مہمان نواز بھی ہوں؟۔

یہ وہی بھائی تھے جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام نے عام شہریوں کی طرح انہیں بھی غلہ دیا اور ان کو یہ احساس دلایا کہ میں "بہترین مہمان نواز ہوں" جیسا کہ آیت مذکورہ میں بیان فرمایا گیا ہے۔[57]

حضرت یوسف علیہ السلام نے ظلم کرنے والوں کے ساتھ بھی ایسا احسان پر مبنی رویہ رکھا جس سے ان کے دلوں میں نرمی پیدا ہوئی اور وہ حریف سے حلیف اور معاون بن جاتے تھے۔ راہنما کے کردار میں نرمی کا عنصر اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی ہونا چاہیے، اور ان سے ایسا حسن سلوک ہو کہ ان کے دلوں میں گھر کر جائے، اس سے ان کو سدھرنے کا ایک موقع بھی ملے گا اور معاشرے میں امن و سلامتی کی فضا قائم ہو گی:

﴿وَ قَالَ لِفِتْیٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِیْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَعْرِفُوْنَهَاۤ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ○﴾[58]

ترجمہ: اور یوسف نے اپنے نوکروں سے کہہ دیا کہ وہ ان (بھائیوں) کا مال (جس کے بدلے انہوں نے غلہ خریدا ہے) انہی کے کجاووں میں رکھ دیں، تاکہ جب یہ اپنے گھر والوں کے پاس واپس پہنچیں تو اپنے مال کو پہچان لیں۔ شاید (اس احسان کی وجہ سے) وہ دوبارہ آئیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام اگر چاہتے تو ان بھائیوں کو قید کروا سکتے تھے جو ظلم و زیادتی انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام پر کی تھی اس کا بھرپور بدلہ حضرت یوسف علیہ السلام لے سکتے تھے، مگر انہوں نے ان بھائیوں پر مہربانی کی اور غلہ دے کر ان کی رقم بھی انہیں واپس لوٹا دی وہ بھی اس گمان سے کہ شاید یہ دوبارہ واپس آئیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے کس قدر شفقت، محبت اور احسان کا مظارہ کیا!۔[59]

سیاسی راہنما اگر اس صفت کو اپنا لیں تو بہت سے تنگ تعلقات، رنجشی اور عداوتیں بلا کسی بحث و مباحثے اور انتقامی کاروائی کیے بغیر ہی ختم ہو جائیں گی۔ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ایسے ہی دشمنوں کے ساتھ احسان کرنے کا ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَ لَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ○ وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَ مَا یُلَقّٰىهَاۤ اِلَّا ذُوْحَظٍّ عَظِیْمٍ○﴾[60]

ترجمہ: اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ تم بدی کا دفاع ایسے طریقے سے کرو جو بہترین ہو۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی تھی، وہ دیکھتے ہی دیکھتے ایسا ہو جائے گا جیسے وہ (تمہارا) جگری دوست ہو۔ اور یہ بات صرف انہی کو عطا ہوتی ہے جو صبر سے کام لیتے ہیں، اور یہ بات اسی کو عطا ہوتی ہے جو بڑے نصیبے والا ہو۔

---

[56] سورہ یوسف:59،58

[57] عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، (کراچی: دارالاشاعت، 2007ء)، ج 2،ص207

[58] سورہ یوسف:62

[59] عثمانی، شبیر احمد، تفسیر عثمانی، (کراچی: دارالاشاعت، 2007ء)، ج 2،ص207

[60] سورہ حم سجدہ: 35،34

یعنی جو شخص تمہارے ساتھ برا سلوک کر رہا ہو، اگرچہ تمہارے لیے یہ بھی جائز ہے کہ اس سے برابر کا بدلہ لے لو، لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کی برائی کا بدلہ اچھائی سے دو۔ایسا کرو گے تو تمہارا دشمن بھی دوست بن جائے گا، اور تم نے اس کی برائی پر جو صبر کیا اس کا بہترین ثواب آخرت میں تمہیں ملے گا۔[61]

خود پسندی سے اجتناب کرنا:

سیاسی قائدین اس آیت میں اللہ تعالی کے اس ارشاد کو اپنا عقیدہ نصب العین بنالیں اور اپنی تمام ترخوبیوں کو اللہ کی عطا کردہ خوبی ہی سمجھیں جیسا کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے کیا۔اپنے تمام بہترین امور اللہ کی طرف لوٹاتے رہیں تاکہ ان کے دل میں خود کی بڑائی پیدا نہ ہو اور اس عاجزی کی بدولت اللہ ان کا مقام مزید بڑھادے گا، اپنی بڑائی سے انسان میں خود پسندی پیدا ہوتی ہے اور خود پسندی تکبرانہ صفات میں سے ہے اور یہ انسان کے تمام اعمال اور ایمان کو خراب کر دیتی ہے جس کے نتیجہ میں دنیا اور آخرت کی رسوائی ہے۔

حریفوں، مضرین یا مخالفین کے ساتھ رویے کے پیش نظر یہ بھی رہے کہ سیاسی منظر نامے میں کئی مواقع ایسے آتے ہیں جس میں حقیقت کو حکمتاً مخفی رکھتے ہوئے خاموش رہنا پڑتا ہے، اور اس خاموشی کی وجہ کسی کی ذات کو تکلیف دینا ہرگز نہیں ہو تا بلکہ عوام کی وسیع تر بھلائی کی غرض سے سچائی جانتے ہوئے بھی حکمتاً خاموشی کو اختیار کرنا پڑتا ہے۔اور سچ کے اظہار کے لیے مناسب وقت کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔درج ذیل آیت مبارکہ میں بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی اس صفت کا اظہار کیا گیا ہے کہ آپ بھائیوں کی خطا جاننے کے باوجود سچ کا اظہار نہیں کر رہے بلکہ بعد ازاں اظہار حق فرمایا۔ارشاد باری تعالی ہے:

﴿قَالُوْۤا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَ لَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ۝﴾[62]

ترجمہ: وہ بھائی بولے کہ: اگر اس (بنیامین) نے چوری کی ہے تو (کچھ تعجب نہیں، کیوں کہ) اس کا ایک بھائی اس سے پہلے بھی چوری کر چکا ہے۔اس پر یوسف نے ان پر ظاہر کیے بغیر چپکے سے (دل میں) کہا کہ: تم تو اس معاملے میں کہیں زیادہ برے ہو، اور جو بیان تم دے رہے ہو، اللہ اس کی حقیقت خوب جانتا ہے۔

مخالفین کے ساتھ رویہ کی مثال سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک سیاسی راہنما کو ذاتی مفاد پر قومی اور ملی مفاد کو ترجیح دیتے ہوئے بعض امور سے صرف نظر اور بعض ذاتی نوعیت کے معاملات کو پس پشت ڈالنا پڑتا ہے۔دین اسلام کی خوبصورتیوں میں سے ایک واضح خوبصورتی یہ بھی ہے کہ اسلام نے طرز معاشرت اور زندگی گزارنے کے بہترین آداب واسلوب بیان کیے ہیں اور امن و آمان کا بھرپور پرچار کیا ہے، حسد، بغض اور اختلافات سے ہٹ کر محبت کو ترجیح دینے کا پیغام دیا ہے۔ یہ بہت مشکل اور سخت عمل ہے کہ اگر کوئی ذاتی حدود تک تکلیف پہنچانے کا ذریعہ بنا ہو اور اسے معاف کر دیا جائے، ہمارے معاشرے کے سیاسی منظر نامے میں اس حسن سلوک کی مثال شاذونادر ملنا بھی مشکل ہے، جبکہ طاقت بھی ہو اور بدلہ لینے کا مکمل اختیار ہو پھر بھی اللہ کی رضا کے لیے معاف کر دیا جائے، ایسی ہی خوبصورت صفت کی مثال تسلسل کے ساتھ ان آیات میں بیان کی گئی ہیں:

﴿فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْهِ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَیْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ۝﴾[63]

ترجمہ: چنانچہ جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے (یوسف سے) کہا: اے عزیز! ہم پر اور ہمارے گھر والوں پر سخت مصیبت پڑی ہوئی ہے، اور ہم ایک معمولی سی پونجی لے کر آئے ہیں، آپ ہمیں پورا پورا غلہ دے دیجیے، اور اللہ کے لیے ہم پر احسان کیجیے۔ یقیناً اللہ اپنی خاطر احسان کرنے والوں کو بڑا اجر عطا فرماتا ہے۔

﴿قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ وَ اَخِیْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ۝﴾[64]

ترجمہ: یوسف نے کہا: تمہیں کچھ پتہ ہے کہ تم جب جہالت میں مبتلا تھے تو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا؟

---

[61] عثمانی، آسان ترجمہ قرآن، ص 1463

[62] سورہ یوسف:77

[63] سورہ یوسف: 88

[64] سورہ یوسف: 88

﴿ءَاِنَّکَ لَاَنۡتَ یُوۡسُفُ ؕ قَالَ اَنَا یُوۡسُفُ وَ ہٰذَاۤ اَخِیۡ ۫ قَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَیۡنَا ؕ اِنَّہٗ مَنۡ یَّتَّقِ وَ یَصۡبِرۡ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ○﴾[65]

ترجمہ: (اس پر) وہ بول اٹھے: ارے کیا تم ہی یوسف ہو؟ یوسف نے کہا: میں یوسف ہوں، اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر بڑا احسان فرمایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص تقوی اور صبر سے کام لیتا ہے، تو اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

﴿قَالُوۡا تَاللّٰہِ لَقَدۡ اٰثَرَکَ اللّٰہُ عَلَیۡنَا وَ اِنۡ کُنَّا لَخٰطِئِیۡنَ ○﴾[66]

ترجمہ: انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ نے تم کو ہم پر ترجیح دی ہے، اور ہم یقینا خطا کار تھے۔

﴿قَالَ لَا تَثۡرِیۡبَ عَلَیۡکُمُ الۡیَوۡمَ ؕ یَغۡفِرُ اللّٰہُ لَکُمۡ ۫ وَ ہُوَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ ○﴾[67]

ترجمہ: یوسف بولے: آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہو گی، اللہ تمہیں معاف کرے، وہ سارے رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

آیت 88 تا 92 میں ترتیب کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے درمیان جو باتیں ہوئی، جب حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں اپنا تعارف بیان کیا اور اس پر جو ان کا ردعمل تھا وہ بیان ہوا ہے، چناچہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ہر طرح سے ایک ناامیدی کی کیفیت میں مبتلا ہوئے (کیوں کہ وہ ایک مزید بھائی کو حضرت یعقوب علیہ السلام کی تاقید کے باوجود جدا کر آئے تھے) اور دوبارہ غلہ لینے پہنچے وہ بھی اس کیفیت کے ساتھ کہ آپ مہربانی کیجیے، ہمارے پاس نامکمل رقم ہے (حالاں کہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام ان پر مستقل مہربانیاں ہی کر رہے تھے) اسی وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں احساس دلانے کے لیے یاد کروایا کہ "تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ جو کچھ جہالت میں کیا تھا وہ سب یاد ہے؟" جس پر ان کا جو ردعمل تھا وہ مذکورہ آیات میں بیان ہو چکا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بالآخر اپنی ذات پر ہوئے بڑے سے بڑے ظلم کو بھی اللہ کے لیے معاف کر دیا، حالاں کہ اگر وہ چاہتے تو اپنا انصاف لے سکتے تھے ان کے پاس طاقت بھی تھی مگر بڑے حوصلے کے ساتھ تمام خطاؤں کو ایک پل میں معاف کر دیا۔

خاتمہ ونتائج تحقیق

درج بالا بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سیاسی راہنما اصولی طور پر:

1۔ اچھی شخصیت کا حامل ہو جس میں علم و عمل، عفت و پاک دامنی، صداقت و دیانت، عدالت اور انصاف مقدم ہوں۔ جبکہ یہ اعلی اوصاف اور صلاحیات کے اثرات سے ظاہر ہونے والی منفی اوصاف یعنی اخلاقی بے ضابطگی (حیاسوزی)، مالی بے ضابطگی، اور خود پسندی وغیرہ سے بچتا رہے۔

2۔ ذمہ داریوں سے منسلک بنیادی امور کی انجام دہی کا اہل ہو

3۔ ذاتی مفادات اور ملی فوائد کے پیش نظر اصولی طور پر ملی مفادات کو ترجیح دے اور ذاتی چپ قلشوں سے صرف نظر کرتا رہے۔

4۔ ذاتی پیرائے میں بنائے گئے اصولوں یا معاشرے کے متعین کردہ متفق علیہ اصولوں کی خاطر قربانیاں دینے سے نہ کترائے، البتہ کسی بھی صورت میں اپنے اصول قربان نہ کرے۔

5۔ مسائل کے حل کی خاطر اپنی صلاحیات کے ساتھ ساتھ حق بات کی طرف لوگوں کی ذہن سازی بھی کرتا رہے اور ممکنہ تمام اسباب کو زیر غور رکھے۔

6۔ لوگوں کے ساتھ برتاؤ میں احتیاط برتے۔ محسنین کے احسانات عدل میں رکاوٹ نہ بنیں اور حریفوں سے رویہ اس حد تک نہ لے جائے کہ ان پر ظلم وزیادتی کے اقدام اٹھائے۔

---

[65] سورہ یوسف:90

[66] سورہ یوسف:91

[67] سورہ یوسف:92